امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے

فقہی اصول و قواعد

اور ان کی خصوصیات

مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی

فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسلامی احکام کا محور پانچ امور ہیں۔ یہ امور انسان کا نفس، دین، عقل، مال اور نسل ہیں[1]۔ چونکہ انسان کی دنیاوی و اخروی حیات اور اس کی بقا کا مدار یہ پانچ چیزیں ہیں، اس لیے ان پانچ امور کے مصالح و مفاسد کے حصول و دفعیہ کو ہی مقاصد احکام شرعیہ قرار دیا گیا ہے[2]۔ فقہاء کرام نے اسلامی احکام کے انہی مقاصد و مصالح کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور مذکورہ پانچ امور کے بنیادی تقاضوں کو ضرورت، ان کے تحفظ سے متعلقہ امور کو حاجت، اور ان کے مناسبات کو مصالح سے تعبیر کیا ہے۔ چونکہ اسلام نے انسانی فطرت کے موافق نظام پیش کیا ہے، جس کی بنا پر اسے دین فطرت سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس بات کا منطقی تقاضا یہ ہے کہ اسلام کے اجتہادی اصول و قواعد میں بھی انسانی فطرت کی پاسداری ہو۔ اجتہادی اصول انسانی فطرت کے جتنے قریب ہوں گے، اتنے ہی مقاصد شرع کے پاسدار، اور انسان کے لیے آسانی اور وسعت کے حامل ہوں گے۔ فقہ حنفی میں اسی طرح کی خصوصیات کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔

ذیل میں فقہ حنفی کی اہم خصوصیات بیان کی جاتی ہیں۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ : ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

مقاصد شرع کی پاسداری

چونکہ احکام شرعیہ کا بنیادی مقصد، انسانی فلاح اور اس کے مصالح کا حصول اور اس سے ضرر و فساد کا خاتمہ ہے، لہٰذا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصول فقہ کی تعریف میں انہی مقاصد کو بنیاد بنایا۔ آپ نے فقہ کا مفہوم دوسرے ائمہ کرام کے پیش کردہ مفاہیم کی نسبت زیادہ وسیع پیش کیا۔ دیگر ائمہ نے شریعت کے صرف فروعی احکام کو ہی فقہ کی تعریف میں شامل کیا، جبکہ امام صاحب نے **معرفة النفس مالها و ما عليها** پر فقہ کی بنیاد رکھی ہے[۳]۔

دیگر ائمہ کے اصول، انسان کے ظاہری افعال اور ان کے احکام پر محیط ہیں، جبکہ امام صاحب کے اصول انسان کے نفسیاتی امور واحوال کا بھی احاطہ کرتے ہیں۔ اسی طرح دیگر ائمہ نے احکام میں صرف پانچ امور کو شامل کیا ہے، جبکہ امام کی تعریف **ما لها و ما عليها** کے مراتب سے اس کے اقسام زیادہ ہو جاتے ہیں، مثلاً دیگر ائمہ کے نزدیک اباحت شرعیہ کے حکم کو تسلیم نہیں کیا گیا، جبکہ امام ابو حنیفہ کے ہاں اباحت اصلیہ اور اباحت شرعیہ کے درمیان واضح فرق کیا گیا ہے۔ دیگر ائمہ کے نزدیک فرض اور واجب میں فرق نہیں، مگر امام صاحب نے ان دونوں میں فرق کو واضح کر کے واجب کو شرعی احکام کی ایک علیحدہ قسم قرار دیا ہے[۴]۔

امام صاحب کی تعریف فقہ میں اعتقادی امور شامل ہیں، جبکہ دیگر ائمہ کی تعریف سے یہ خارج ہیں۔ اسی طرح دیگر ائمہ کے اصول کا تعلق عام طور پر عبادات و معاملات اور مناکحات وغیرہ سے ہے، جبکہ امام صاحب کے اصول کا تعلق عبادات و معاملات، سیاست اور احکام سلطانیہ، بلکہ اس سے مزید آگے بڑھ کر بین الاقوامی امور سے بھی ہے[۵]۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں حکومت خواہ کسی بھی مسلک سے متعلق رہی ہو، احکام سلطانیہ اور سیاسی امور میں حنفی فقہ ہی کی پیروی کرتی رہی ہے[۶]۔

اس کے علاوہ معاشرتی زندگی میں رسم و رواج، ضرورت اور حاجت، عام انسانوں کی سہولت

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

اور اجتماعیت کو حنفی فقہ میں خصوصی اہمیت حاصل ہے، ان کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ امور حنفی فقہ کے اصول وقواعد میں شامل ہیں۔ چنانچہ استحسان کی بنیاد انہی امور پر ہے۔ اسی طرح عرف وعادت کو بھی احکام کی بنیاد قرار دیا گیا ہے اور ہر مسلمان کے قول وفعل کو ایک حد تک تحفظ دیا گیا ہے[7]۔

حنفی اصولوں کے تحت حلال وحرام میں ترمیم سے بچتے ہوئے باقی احکام میں حتی الامکان عوام کی آسانی، سہولت اور ان کی اجتماعیت کو ترجیح دی گئی ہے[8]، بلکہ عامۃ المسلمین کے معاملات اس وقت تک درست قرار دیے جاتے ہیں جب تک ممانعت پر کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو[9]۔ اسی خصوصیت کی بنا پر ائمہ اسلاف کی متفقہ رائے ہے کہ عوام کے لیے سہولت اور آسانی ہی ابوحنیفہ کی فقہ ہے[10]۔ امام شعرانی شافعی المذہب ہونے کے باوجود فرماتے ہیں کہ عوام الناس کو امام ابوحنیفہ کے وجود پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے، کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے لیے وسیع گنجائش پیدا کی ہے[11]۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں اجتہادی اصولوں میں عوام کی ضرورت اور ان کے تعامل کو پیش نظر رکھنے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے مختلف اطراف سے تعلق رکھنے والے اپنے تلامذہ کی بڑی تعداد کو اپنی مجلس میں حاضری کا پابند کر رکھا تھا، تاکہ مختلف علاقوں کے عرف وتعامل سے آگاہی ہو سکے۔ امام صاحب خود بھی ایک تاجر کی حیثیت سے مختلف ملکوں اور علاقوں کا سفر کرتے رہے، جس کے نتیجے میں وہاں کے عرف وتعامل سے آپ کو آگاہی حاصل ہوئی، اس مجلس میں قواعد کے تحت جب استخراج اور استنباط کے لیے بحث ہوتی تو امام صاحب لوگوں کے تعامل کی بنا پر جب کوئی استحسانی فیصلہ فرماتے تو تلامذہ کی بحث ختم ہو جاتی[12]۔

فطرت کا لحاظ

امام صاحب ایسے مسائل میں جہاں روایات مختلف ہوں یا کوئی نص نہ ہو تو عام طور پر وہاں

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

فطری تقاضے کو وجہ ترجیح قرار دیتے ہیں، مثلاً مسواک کے متعلق عند کل صلاۃ کی روایت کے مقابلہ میں عند کل وضوء کو اس لیے ترجیح دیتے ہیں کہ یہ روایت فطری تقاضے کے قریب ہے، کیونکہ مسواک فطری طور پر منہ اور دانتوں کی صفائی کے کام آتی ہے، اور صفائی طہارت کا حصہ ہے، لہٰذا ان کے نزدیک مسواک وضو کی سنت ہے[۱۳]، جبکہ دیگر ائمہ کے ہاں وہ نماز کی سنت ہے۔ امام ابو حنیفہ نماز میں قیام کے دوران میں ہاتھ ناف پر رکھنے سے متعلق روایات میں سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو ترجیح دیتے ہیں، کیونکہ انسان فطری طور پر کسی بھی تعظیم کے موقع پر ہاتھوں کو مکمل کھلا چھوڑ کر ناف کے نیچے رکھتا ہے[۱۴]۔ مطلقہ بائنہ کے نفقے اور سکنی کے مسئلے میں دیگر ائمہ کے مسلک کے برعکس وہ اس کے لیے نان ونفقہ اور رہائش دونوں کو واجب قرار دیتے ہیں، کیونکہ یہ فطرت کا تقاضا ہے کہ اپنے حق میں کسی کو پابند کرنے والا شخص، پابند شخص کی ضروریات کا کفیل ہوتا ہے[۱۵]۔ اسی طرح مغرب میں شفق کا مسئلہ ہے۔ کیا یہ سرخی کا نام ہے یا سفیدی کا؟ کہ جس کے ختم ہونے پر نماز مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی سورج کے فطری نظام کو پیش نظر رکھتے ہوئے احناف نے شفق بمعنی سفیدی کو ترجیح دی ہے[۱۶]، کیونکہ سورج کے غروب اور طلوع کے مراحل مساوی ہیں۔ اگر چہ ایک دوسرے کے برعکس ہیں، یعنی طلوع کے جو مراحل طلوع شمس سے پہلے ہیں، وہ مغرب میں غروب کے بعد ہوتے ہیں۔

سورج کے طلوع میں بیاض صادق، اس کے بعد سرخی اور پھر طلوع ہے، ادھر غروب، اس کے بعد سرخی، اور پھر بیاض ہے۔ چونکہ سورج کے فطری نظام میں بیاض صادق فجر کے وقت میں شمار ہے اور لیل سے خارج ہے، لہٰذا غروب کا بیاض بھی مغرب کے وقت میں شمار اور لیل سے خارج ہوگا، جبکہ دیگر ائمہ نے شفق سے مراد سرخی لے کر بیاض کو عشاء کے وقت میں داخل کر دیا۔

نص کے اطلاق کی پابندی

چونکہ نص، کلام حکیم ہے، اس لیے اس کے اطلاق کا لحاظ رکھا جائے گا اور اسے کسی ادنیٰ دلیل

سے مقید نہ کیا جائے گا، چنانچہ قرآن کی مطلق نصوص کو حدیث کے بیان سے مقید نہ کیا جائے گا۔ مثلاً رضاعت کا مسئلہ کہ اس کے اثبات کے لیے مصّتان (دو چوسے)، پانچ چوسے یا بچے کے حلق میں مطلقاً دودھ کا اترنا اثبات رضاعت کے لیے کافی ہے اور اس سے حرمت رضاعت ہو جائے گی۔ اگرچہ بعض احادیث میں دو یا پانچ چوسوں کا ذکر ہے، مگر چونکہ قرآن میں مطلق رضاعت پر حرمت کا ذکر کیا گیا ہے، لہٰذا قرآن کے اطلاق پر عمل کیا جائے گا[۱۷]۔ اسی طرح ایک کی موجودگی میں دوسری بیوی سے نکاح پر نئی بیوی کو خصوصی رعایت کے مسئلے میں حدیث شریف میں ہے کہ نئی بیوی کو، اگر باکرہ ہو تو سات دن اور اگر ثیبہ ہو تو تین دن کا خصوصی حق ہوگا، یہ دن سابق بیوی کی باری سے زائد ہوں گے۔ قرآن مجید میں بیویوں کے متعلق عدل کا حکم مطلق ہے، لہٰذا اس اطلاق کو حدیث کی وجہ سے تبدیل نہ کیا جائے گا اور نئی دلہن کو ابتدا میں جتنے بھی دن دیے جائیں گے، اتنے ہی دوسری بیویوں کو بھی دیے جائیں گے، تاکہ قرآنی اطلاق بحال رہے[۱۸]۔

جامعیت

جامعیت کا مفہوم ضابطے کا اپنی تمام جزئیات پر برابر منطبق ہونا ہے۔ اس ضمن میں احناف کا اصول یہ ہے اگر نص کے معانی یا روایات متعدد ہوں تو اس کا وہ معنیٰ یا روایت قابل ترجیح ہوگی جس میں جامعیت[۱۹] ہو، مثلاً قراءۃ خلف الامام کے متعلق دو روایات ہیں، ایک میں **لا صلاۃ الا بفاتحہ الکتاب** اور دوسری میں **من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ** ہے۔ اگر مقتدی کے لیے پہلی روایت پر عمل کو ضروری مانا جائے تو جامعیت نہ ہوگی، کیونکہ مقتدی جہری نماز میں جب فاتحہ کے اختتام یا رکوع میں امام کی اقتداء میں داخل ہوا تو اس کے لیے فاتحہ پڑھنا ممکن نہیں، یہ اگرچہ مقتدی ہے مگر **لاصلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب** والے حکم سے خارج رہا۔ لہٰذا یہ حکم مقتدی کے ہر فرد کو شامل نہ ہوا، لیکن مقتدی کو دوسری روایت میں داخل کیا جائے تو وہ حکم جامع رہتا ہے کہ، ابتداء، درمیان فاتحہ یا رکوع میں شامل ہونے والے تمام افراد کو جامع ہے، لہٰذا مقتدی کے

لیے دوسری روایت کو ترجیح ہوگی ۲۰۔ اسی طرح مزابنہ اور محاقلہ یعنی پودے پر موجود پھل یا غلے کو اندازاً خشک پھل یا غلے کی مقرر اور معین مقدار کے عوض فروخت کرنا، ربا یا شبہ ربا کی وجہ سے حرام ہے، کیونکہ ہم جنس غلے کی بیع میں کمی بیشی جائز نہیں ہے۔ حدیث میں مزابنہ اور محاقلہ کی حرمت میں سے عرایا کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ عرایا کی تفسیر میں امام مالک اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کی تفسیر کے مطابق عرایا بعینہ مزابنہ کی صورت ہے، جسے امام مالک کی رائے میں رفع حرج اور امام شافعی کی رائے میں حاجت کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے، لیکن امام ابوحنیفہ کی تفسیر کے مطابق عرایا، مزابنہ سے الگ دوسری چیز ہے کہ باغ کا مالک کسی حاجت مند کو ایک دو درختوں کا پھل ہبہ کرتا ہے کہ ان پر تازہ پھل تمہارا ہے، پھر کسی وجہ سے مالک اس کو کہتا ہے کہ میں نے جو پھل تمہیں ہبہ کیے تھے، وہ میں واپس لیتا ہوں، اس پھل کا اندازہ کرلو۔ اس تفسیر کے مطابق یہ ہبہ قبل از قبض واپس لے کر بدلے میں دوسرا ہبہ دیا جارہا ہے، لہٰذا ہبہ کے عوض دوسرا ہبہ ہے، یہ بیع نہیں ہے۔ پھر پہلے ہبہ پر موہوب لہ کا ابھی قبضہ نہیں ہوا کہ اسے واپس لینے میں کراہت ہو، کیونکہ پھل ابھی مالک کے درخت پر ہے ۲۱۔ بعض روایات میں اسے صورتاً بیع العرایا کہا گیا ہے، جبکہ باقی ائمہ کی تفسیر میں عرایا حقیقی بیع ہے، جو کہ مزابنہ کی صورت ہے۔ اسے محض حاجت یا حرج کی بنا پر مزابنہ کی حرمت سے مستثنیٰ کیا گیا، اس طرح امام صاحب نے مزابنہ کی حرمت کو جامع رکھا، جس کا ہر فرد (صورت) حرام ہے۔ اس کی جامعیت کو برقرار رکھتے ہوئے عرایا کی ایسی تفسیر فرمائی کہ مزابنہ کی حرمت پر اثر انداز نہ ہو۔

اسی طرح امام صاحب کا مزارعت کے بارے میں موقف بالکل منفرد ہے۔ ان کے ہاں مزارعت کی کوئی صورت جائز نہیں ہے، جبکہ باقی تمام ائمہ مزارعت کو مطلقاً یا مساقاۃ کے تابع قرار دے کر جائز مانتے ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ مزارعت میں بدل مجہول ہے۔ تمام ائمہ نے عقد معاوضہ میں بدل مجہول کو فاسد کہا ہے، لہٰذا اس قاعدے کے مطابق مزارعت

فاسد ہونی چاہیے، لیکن باقی ائمہ نے اس فساد کے باوجود مزارعت کو جائز مانا ہے۔ انہوں نے اس کے جواز کی دلیل خیبر کے واقعہ کو قرار دیا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے یہود خیبر کے ساتھ یہ معاملہ کیا تھا، لہٰذا اس واقعہ کی بنا پر خلاف قاعدہ مزارعت جائز ہے۔ امام صاحب کا موقف یہ ہے کہ بدل مجہول کی وجہ سے فساد کا قاعدہ جامع ہے، لہٰذا مزارعت ناجائز ہے۔ باقی رہا خیبر کا معاملہ تو وہ مزارعت نہیں تھا، بلکہ فتح خیبر کے بعد وہاں یہود کو ذمی قرار دیا گیا تھا۔ ان سے نقد جزیے کی بجائے فصلانہ کی شکل میں جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ ان سے جزیے کی وصولی قرآنی حکم کے مطابق ضروری تھی، جبکہ فصلانہ کے علاوہ ان سے اور کوئی جزیہ وصول کرنے کا ثبوت نہیں ہے، اور پھر خیبر کے معاملے کو مزارعت پر محمول کرنا یوں بھی غلط ہے کہ خیبر والوں سے مزارعت کی کوئی مدت طے نہ کی گئی تھی۔ ان سے معاہدہ یہ ہوا تھا کہ ہم جب چاہیں گے، تمہیں یہاں سے نکال دیں گے، حالانکہ مزارعت کو جائز کہنے والوں کے ہاں بھی مزارعت کے لیے مدت کا تعین ضروری ہے، کیونکہ مدت مجہول اور غیر معین ہو تو ہر قسم کا اجارہ فاسد ہوتا ہے۔ مزارعت بھی، چونکہ زمین کا اجارہ ہے جو مدت مجہول ہونے کی وجہ سے فاسد ہوگا، لہٰذا ان کے اس مسلمہ قاعدے پر بھی خیبر کا معاملہ مزارعت نہیں بن سکتا[۲۲]۔ غرضیکہ امام صاحب کے ہاں یہ قاعدہ کہ مدت مجہول و بدل مجہول موجب فساد ہے، جامع رہے گا۔ اس کی جامعیت کو باقی رکھتے ہوئے امام صاحب نے خیبر کے معاملہ کی ایسی توجیہ بیان فرمائی کہ قاعدہ کی جامعیت پر حرف نہیں آیا، جبکہ دیگر ائمہ کے ہاں جو توجیہ ہے وہ قاعدہ کو مجروح کرتی ہے۔

عوامۃ الناس کے لیے آسانی اور وسعت

حنفی اصولوں کی بنیاد ہی اس امر پر ہے کہ عوام کو شدت اور تنگی سے بچایا جائے اور ان کے لیے آسانی کی گنجائش پیدا کی جائے۔ چنانچہ شرعی احکام میں فرض و حرام، یہ دو ایسے حکم ہیں جن میں پابندی کے لیے شدت اور سختی ہے، مثلاً فرض کا انکار کفر اور اس کا ترک موجب فسق ہے۔ اسی طرح

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

حرام کو جائز قرار دینا کفر اور اس پر عمل موجب فسق ہے۔ اب اگر فرض و حرام کا دائرہ وسیع ہو تو عوام کے لیے حرج اور تنگی کا دائرہ وسیع ہو گا، جبکہ اللہ تعالیٰ کو عوام کے لیے یسر پسند اور عسر ناپسند ہے۔ **یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر** [۲۳] (اللہ تعالیٰ تمہارے لیے یسر چاہتا ہے اور عسر نہیں چاہتا)۔

اسی لیے امام صاحب نے فرض اور حرام کی تعریفات میں سخت قیود لگا کر ان کا دائرہ اور تعداد کم سے کم کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ آپ کے نزدیک فرض و حرام کا اثبات ایسی نص سے ہو گا جو ثبوت اور دلالت دونوں طرح سے قطعی ہو اور اگر کوئی نص اس معیار پر نہ ہو، مثلاً قطعی الثبوت تو ہو مگر قطعی الدلالت نہ ہو یا اس کے برعکس ہو، یا ثبوت اور دلالت دونوں میں قطعی نہ ہو تو ایسی نصوص سے فرض یا حرام ثابت نہ ہو سکے گا [۲۴]۔ اس کے برعکس دیگر ائمہ کرام کے نزدیک فرض اور حرام کے لیے یہ سخت شرائط نہیں ہیں، جس کے نتیجے میں دیگر ائمہ کے ہاں فرائض و محرمات کی تعداد زیادہ ہو گی، مگر امام ابو حنیفہ کے ہاں ہر شعبۂ زندگی میں عام طور پر فرائض و محرمات کی تعداد کم ہو گی جس سے عامۃ الناس کو سہولت اور آسانی حاصل ہو گی اور نصوص کے ثبوت یا دلالت میں شبہ کا فائدہ عوام اور مکلفین کو حاصل ہو گا، اور یوں ان کے لیے کفر اور فسق کے مواقع اور ذرائع کم ہو جائیں گے۔ اسی طرح آپ کے وضع کردہ دیگر اصولوں کا بہ نظر غائر جائزہ لیا جائے تو ان میں بھی عوام پر شفقت کا پہلو نمایاں نظر آئے گا، مثلاً فرض کی ادائیگی کے اصول میں آپ کے نزدیک جو سہولت اور آسانی ہے، وہ دیگر ائمہ کرام کے ہاں نہیں ہے۔ حنفی اصول کے تحت مامور بہ کے اطلاق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس پر عمل کر لینا فرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہے، مثلاً نماز میں رکوع یا سجدہ کو ادا کرنے میں رکوع کے لیے منہ کے بل جھک جانا اور سجدہ کے لیے زمین پر پیشانی کا لگا دینا کافی ہے، کیونکہ قرآن میں رکوع اور سجدہ کا ذکر مطلق ہے اور اس میں کسی مزید قید کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا **وارکعوا** اور **واسجدوا** کو ادا کرنے کے لیے رکوع اور سجدے کے معنی کا مطلقاً ادا ہونا، فرض ادا کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس سے زائد مثلاً طمانینت یا اعتدال یا کسی اور کیفیت کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا سجدے

☆ قال الامام الشافعی رحمه الله تعالی : امن الناس علیّ فی الفقه محمد بن حسن ☆

اور رکوع کی ادائیگی میں یہ زائد امور فرض نہ ہوں گے (واجب یا سنت وغیرہ ہو سکتے ہیں)۔ یوں امام ابوحنیفہ کے ہاں فرض کی ادائیگی میں سہولت اور آسانی ہوگی، کیونکہ اطلاق میں وسعت ہے، جبکہ تقیید میں عسر اور تنگی ہے۔ حالانکہ دیگر ائمہ کے ہاں رکوع اور سجدے کے فرض کو ادا کرنے کے لیے طمانینت کی زائد کیفیت فرض ہے۔ جس سے مکلف کو رکوع یا سجدہ کرنے میں دشواری کا سامنا کرنا ہوگا ۲۵۔

امام صاحب نے نمازوں کے اوقات میں نماز کی ادائیگی کے لیے اسی وقت کو افضل قرار دیا جس میں فطری طور پر انسان کے لیے سہولت ہو۔ دیگر ائمہ کرام کے ہاں مطلقاً ہر نماز میں تعجیل افضل ہے، جبکہ امام صاحب کے ہاں موسم، اوقات اور نمازی کے حال کے اختلاف سے فضیلت مختلف ہوتی جائے گی۔

شخصی آزادی

امام صاحب کے اجتہادی قواعد میں شخصی آزادی کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ آپ نے ہر پہلو میں شخصی آزادی کا تحفظ فرمایا ہے اور کسی طاقت کی مداخلت کی بجائے آپ شخصیت سازی میں اخلاقی احساسات کو اجاگر کرنے کے قائل تھے، تاکہ قانونی جبر کی بنا پر بغض وعناد کی فضا پیدا نہ ہو۔ چنانچہ آپ نے عاقل، بالغ، مرد و عورت کو ولی کی مداخلت کے بغیر نکاح کی اجازت دی ہے، جبکہ دیگر ائمہ نے ولی کی مداخلت کو ضروری قرار دیا ہے۔

ولایتِ نفس

ولایت نفس کو تحفظ دیتے ہوئے آپ نے حرہ، عاقلہ، بالغہ لڑکی کو یہ اختیار دیا کہ وہ اپنا نکاح خود کرسکتی ہے، جبکہ باقی ائمہ کرام حدیث **لانکاح الا بولی** کے تحت کسی قریبی مرد ولی کے بغیر اسے نکاح کا اختیار نہیں دیتے، جبکہ امام صاحب کے نزدیک ولی کی یہ پابندی صرف نابالغہ، مجنونہ

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں : فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

اور لونڈی کے لیے ہے[۲۶]۔

اسی طرح شادی شدہ لونڈی کے آزاد ہونے پر امام صاحب نے اسے وسیع اختیار دیا ہے کہ غلامی کے دور میں مالک کے کیے ہوئے نکاح کو وہ فسخ کر سکتی ہے خواہ اس کا خاوند حر ہو یا عبد ہو۔ دیگر ائمہ کرام اس کو یہ اختیار صرف خاوند کے عبد ہونے کی صورت میں دیتے ہیں۔ خاوند کے حر ہونے کی صورت میں وہ یہ اختیار نہیں دیتے[۲۷]۔

مدبّر، مکاتب اور ام ولد کی بیع کو امام صاحب نے اسی لیے ناجائز قرار دیا ہے کہ ان کو مالک کی طرف سے ایک طرح کا استحقاق آزادی حاصل ہو چکا ہے۔ جسے کالعدم نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ دیگر ائمہ کرام مدبر کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں جس سے اس کا استحقاق متاثر ہو جاتا ہے[۲۸]۔

اسی طرح اگر وصیت کے ذریعے متعدد غلاموں کو مجموعی آزادی کا حق ملتا ہو تو آپ کے نزدیک وہ سب آزاد ہو جائیں گے، اگر ان کی مجموعی قیمت، وصیت کرنے والے کے کل مال کے ثلث سے زائد ہو تو ہر ایک سعی کے ذریعے اپنے حصے کی زائد رقم ورثا کو ادا کرے گا، جبکہ بعض دیگر ائمہ کرام قرعہ اندازی کے ذریعے بعض کو آزاد اور بعض کو غلام قرار دینے کا اختیار ورثاء کو دیتے ہیں جس سے بعض غلام استحقاقِ حریت سے محروم ہو جاتے ہیں[۲۹]۔

تحفظ حقوق

حنفی فقہ میں حقوق کا تحفظ بھی اہم مسئلہ ہے، چنانچہ حنفی مذہب میں **قضاء علی الغائب** کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس میں غیر حاضر شخص کے حقوق پامال ہونے کا خطرہ ہے، جبکہ دیگر ائمہ کرام کے نزدیک **قضاء علی الغائب** جائز ہے۔ اسی طرح حقوق زوجیت میں قاضی یا حاکم کو اس وقت تک فسخ نکاح کے لیے مداخلت کا اختیار نہیں جب تک نکاح کے بنیادی مقاصد کی ادائیگی کا امکان باقی ہے، مگر بعض دیگر ائمہ کرام کسی وقتی شکایت کی بنا پر بھی قاضی کو فسخ نکاح کا اختیار دیتے ہیں[۳۰]۔

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

ملکیت میں تصرف

اپنی ملکیت میں تصرف کی آزادی بھی فقہ حنفی کی ایک خصوصیت ہے، مثلاً کوئی لڑکا اپنے بلوغ میں کامل ہو جائے، مگر اس کے باوجود فضول خرچی سے باز نہ آئے تو دیگر ائمہ کرام کے نزدیک قاضی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس فضول خرچ لڑکے کو اپنے مال میں تصرف سے محروم (محجور) کر دے، مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک قاضی کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ بلوغ کامل کے بعد کسی شخص کو اپنے مال میں تصرف سے محروم کر دے، اگر چہ قاضی کو اس صورت میں دیگر تادیبی کارروائی کا اختیار ہے، مگر کسی عاقل بالغ کے حق تصرف کو ختم نہیں کیا جا سکتا[۳۱]۔

اسی طرح دیوالیہ ہونے کی صورت میں مقروض کے متعلق بھی دیگر ائمہ کی یہی رائے ہے کہ قاضی اسے اپنی ملکیت میں تصرف سے محروم کر سکتا ہے، مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک دیوالیہ مقروض کو بھی اپنی ملکیت میں تصرف سے محروم کرنے کا اختیار قاضی کو نہیں ہے، اگر چہ یہاں قاضی کو دیگر کارروائی کی اجازت ہے۔

حریت فکر

امام ابوحنیفہ حریت فکر کے زبردست حامی تھے، ان کا موقف یہ تھا کہ ایک عالم کو آزادی فکر کا حامل اور اپنی سوچ میں آزاد منش ہونا چاہیے۔ آپ کا موقف ہے کہ عالم کو چاہیے کہ وہ حکومت کی ملازمت سے آزاد رہے، بلکہ اس کو خلیفۂ وقت یا اس کے کسی ماتحت سے کوئی ہدیہ یا وظیفہ وغیرہ قبول نہیں کرنا چاہیے، تاکہ وہ اپنی سوچ اور فکر میں آزاد رہ سکے اور کلمۂ حق کہنے میں بے باک رہ سکے۔ آپ نے خود اپنی زندگی میں حکومت کی طرف سے متعدد پیش کشوں کو ٹھکرا دیا اور اپنی فکری آزادی کے تحفظ میں جان تک قربان کر دی[۳۲]۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ : ☆ قانونِ شریعت کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

عرف وتعامل

امام ابوحنیفہ نے انسان کے قول وفعل کو ایک حد تک قانونی تحفظ دیتے ہوئے عرف اور تعامل کو بھی احکام کی بنیاد قرار دیا، تاکہ انسانی احترام کے پیش نظر اس کے وضع کردہ امور کو مہمل ہونے سے بچایا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ حنفی اصولوں کے تحت حلال وحرام میں ترمیم سے بچتے ہوئے حتی الامکان عامۃ الناس کے معاملات کو درست قرار دیا گیا ہے، بلکہ ان امور میں اس وقت تک عوام کی موافقت کی جائے گی جب تک ان کی ممانعت پر کوئی شرعی دلیل محقق نہ ہو[۳۳]۔

عرف وتعامل کے اعتبار سے جہاں احناف کے ہاں بہت سے معاشرتی مسائل حل ہوتے ہیں، وہاں اس سے انسانی قدروں کے احترام کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ اس سے انسان کے، بطور انسان مسلمان ہو یا کافر، عالم ہو یا جاہل، قول وفعل کو تحفظ اور مجموعی انسانی معاشرے کو معاشرتی امور میں ایک طرح سے مقنن کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

احترامِ انسانیت

امام صاحب نے احترام انسانیت کو دستور قرار دیتے ہوئے اہم فیصلے فرمائے۔ آزاد عورت کے مہر کے مسئلے میں دیگر ائمہ کے برعکس آپ کا خصوصی موقف یہ ہے کہ اس کے مہر کا گراں قدر ہونا شرعی حق ہے جس میں کسی انسان کو، بلکہ خود عورت کو بھی مداخلت کا اختیار نہیں، لہٰذا کسی ولی یا خود عورت کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بغیر مہر، یا شرعی مقدار سے کم، یا مہر میں مال کے بغیر کسی اور شرط پر نکاح کرسکے۔ کیونکہ انسانی جز و یا حصے سے انتفاع یا اس کا استعمال احترام انسانیت کے منافی ہے[۳۴]۔

لیکن خود خالق و مالک نے نکاح کی صورت میں انسانی جزو سے انتفاع کی اجازت بعض ضروری مقاصد کے لیے دی ہے جو ایک استثنائی صورت ہے جس کو مالی معاوضہ کے ساتھ مختص کردیا گیا ہے۔ یہ استثنائی صورت اپنی خصوصیات کے بغیر ظہور پذیر نہ ہوگی، ورنہ احترامِ انسانیت کے

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

دستور کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ اسی قاعدہ کی بنا پر آپ نے چوری میں قطع ید کو بھی ایک حد تک گراں قدر مال کی چوری سے مشروط کیا ہے[۳۵]۔ معمولی چیز کی چوری پر قطع ید انسانی احترام کے منافی ہے۔ انسانی اکرام واحترام کو دستور قرار دیتے ہوئے آپ نے جہاد میں گھوڑے کی شرکت پر غنیمت میں سے گھوڑے کے لیے مجاہد کے مقابلے میں دوگنا حصے کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان کے مقابلے میں حیوان کو کسی بھی صورت میں اعزاز نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ اس سے انسانی احترام واکرام کا دستور متاثر ہوتا ہے[۳۶]۔

مذکورہ بالا وہ مسائل ہیں جنہیں تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں اقوام عالم نے اہمیت دی ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ نے تیرہ سو سال قبل ہی ان کی اہمیت واضح کر دی تھی۔ اسی طرح آپ نے ان ممکنہ مسائل کے لیے ضابطے بھی وضع فرما دیے جن کا وجود آپ کے زمانے، بلکہ بعد تک بھی نہیں تھا، تاکہ مستقبل میں پیدا ہونے والے مسائل کو ان ضوابط کے تحت حل کر لیا جائے، چنانچہ فرضی جزئیات کی بنیاد پر اصول وضع کرنے کے بارے میں جب امام صاحب سے سوال کیا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، حالانکہ ایسے مسائل کا وجود نہیں؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہم ابتلا اور تکلیف کے وقوع سے قبل ہی اس کا حل پیش کر دینا چاہتے ہیں[۳۷]۔

حنفی فقہ کی اس وسعت کے پیش نظر یہ دعویٰ مبنی برحقیقت ہے کہ قیامت تک پیدا ہونے والے مسائل کا حل فقہ حنفی میں موجود ہے[۳۸]۔

مفتی محمد رفیق الحسنی صاحب کی جدید مسائل پر خوبصورت تحقیق

چند اہم معاملات کا شرعی حکم

مشینی ذبیحہ کی شرعی حیثیت۔ مسجد میں نماز جنازہ کا مسئلہ۔ انعامی بانڈز کی خرید و فروخت۔ قربانی کی کھالوں کی رقم مسجد پر خرچ کرنا۔ بائنہ کی عدت کے دوران وقوع طلاق کا حکم۔ اور دیگر ضمنی مسائل پر ایک نئی کتاب

ناشر: جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم گلستان جوہر بلاک ۱۵ کراچی

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

حواشی

۱- ابواسحٰق شاطبی، الموافقات، مصر، المکتبہ التجاریہ الکبری، ج ا، ص ۳۸

۲- ابواسحاق شاطبی، الموافقات، ج ا، ص ۳۰،

۳- صدرالشریعہ، عبیداللہ بن مسعود، التوضیح، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ص ۲۸

۴- ایضاً

۵- ابوزہرہ مصری، ابو حنیفہ ۔ حیاتہ و عصرہ، مصر، دارالفکر العربی، ۱۹۴۷ء، ص ۱۰۷

۶- ابن عابد بن شامی، ردالمحتار، ص ۳۹

۷- احمد رضا خان بریلوی، فتاویٰ رضویہ، ص ۳۸۵، ج ا، ابن عابدین شامی ۔ رسم المفتی، ص ۲۵، ابوزہرہ، تاریخ المذاهب الفقیهه، ص ۶۳

۸- احمد رضا خان بریلوی، فتاویٰ رضویہ، ص ۹۷، ج ۲، ابوزہرہ، تاریخ المذاهب الفقهیه، ص ۱۴۳

۹- امام ابوالحسن الکرخی (اصول کرخی)، تاسیس النظر، ص ۱۶۵۔

۱۰- حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب البغدادی، تاریخ بغداد بیروت، دارالکتب العلمیہ، ج ۳، ص ۳۳۹، عبدالوهاب شعرانی، المیزان الکبریٰ (اردو ترجمہ، مولانا محمد حیات سنبھلی)-کراچی، ۱۴۱۰ھ، ج ا، ص ۳۳۹

۱۱- شعرانی، عبدالوہاب، المیزان الکبریٰ، ج ا، ص ۱۶۳

۱۲- ابوزہرہ، تاریخ المذاهب، ص ۱۳۸

۱۳- ملا علی قاری، مرقاۃ، ج ۲، ص ۲

۱۴- علی بن ابی بکر المرغینانی، الهدایه، ج ا، ص ۱۰۰

۱۵- ابن نجیم، البحر الرائق، ج ۴، ص ۱۹۸،

۱۶- امام طحاوی، شرح معانی الآثار، ج ا، ص ۱۰۸

۱۷- ابن نجیم، البحر الرائق، ج ۳، ص ۲۲۲

۱۸- ابن نجیم، البحر الرائق، ج ۳، ص ۲۱۸،

۱۹- اسحٰق بن ابراہیم، اصول الشاشی، ص ۵۰

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے

۲۰- ملاعلی قاری، مرقاۃ، ج۲،ص۳۰۲

۲۱- الهدایه ، ج۳،ص۵۴

۲۲- ملاعلی قاری، مرقاۃ، ج٦،ص۱۲۵

۲۳- سورة البقره، آیت۱۸۵

۲۴- ابن عابدین شامی، رد المحتار، ج۱،ص٦۴

۲۵- ابن نجیم زین الدین، البحر الرائق، ج۱،ص۲۹۳

۲٦- ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد، فتح القدیر شرح الهدایة، ج۲،ص۳۹۱

۲۷- ایضاً

۲۸- علی بن ابی بکر مرغینانی، هدایه، ج۲،ص۴۵۲

۲۹- ابن عابدین شامی، رد المحتار، ج۳،ص۲۱، عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن دمشقی شافعی، رحمة الامة فی اختلاف الائمة، ص۴۲۸

۳۰- ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد، فتح القدیر، ج۳،ص۲٦۸

۳۱- ایضاً، ج۷،ص۳۱۴

۳۲- ابوزہرہ، تاریخ المذاهب، ص۱۴۸

۳۳- احمد رضا خان بریلوی، فتاوی رضویہ، ج۱،ص۹۷، ابوزہرہ، تاریخ المذاهب، ج۳،ص۱۴۳، ابوالحسن الکرخی، اصول کرخی، ص٦۰

۳۴- ابن نجیم، البحر الرائق، ج۳،ص۱۵۲

۳۵- ایضاً

۳٦- ایضاً

۳۷- ابوزہرہ، ابوحنیفه: حیاته وعصره، ص۲۰۳

۳۸- حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب البغدادی، تاریخ بغداد، ج۱۳،ص۳۴۸

عمدہ لکھائی ——— بہترین چھپائی
مسودہ دیجئے ——— کتاب لیجئے
جمیل برادرز
ناظم آباد نمبر۲، فون: 6608017